

حق وارث

یا وارث

روشنی کا سفر  
حیات وارثی





ارجمت قرار داری اسے علی سید صاحب کی بارگاہ علی شاہ قدس سرہا معراج

حضرت سید عبد السلام  
 عرف میل بانگا رحمت  
 اللہ علیہ کی جانب سے  
 کتب وارثہ کی یہ  
 بہترین کاوش کی گز جو  
 کہ ایک سلفہ پوش  
 گزرتے ہی اپنے وقت کے  
 کامل ترین عالم یا عمل  
 ولی فطری جو داخل  
 سلسلہ حضرت عبداللہ  
 شاہ شہید رحمت اللہ  
 علیہ سے ہیں لکن اسرار  
 صدر گواہی میں ان کا  
 مزار ہے

یہ کام وارث پاک غلام  
 نواز عظیمہ اللہ ڈاگرہ کے  
 حکم پر کیا گیا اس کام کو  
 کون وارث ہیں جانب  
 منسوب کر کے نویں  
 حکم مرشد کا ارتکاب نا  
 کرتے اگر کون بھی  
 شخص یہ کہے کہ اس  
 نے ہی ہی ایف بنان تو  
 میں لیجیے گا کہ یہ  
 جھوٹ بول ہے غلام کا  
 کام غلامی کرنا ہے یعنی  
 مرشد کے حکم کی  
 تعمیل کرنا ہے تاکہ  
 تعریف اور واہ ولی وصول  
 کرنا

برائے مہربانی سب  
 وارثوں پر حکم مرشد کی  
 اتباع لازم ہے جھوٹ  
 بولنے اور واہ ولی سے ہر  
 بیز کریں شکرہ





Tirbbuwano Prasad  
( Chief Secretary, U. P. )

عزیز حیات  
آپکی ستاری  
ہزاروں لوگوں کو متاثر  
کیا ہے۔ سبھی کو بھائی  
سے ملدے۔ -  
آپکے کاموں سے توجہ  
کو بڑھاوا ملدے اور  
انسانیت کو اپنے آپ کو  
سچے سچے بھور بڑا  
بڑا ہے۔ -  
آپکی توجہ اتنا دلچسپ  
ہوگی۔ -

Pragya Prasad -  
(Tirbbuwano Prasad)



Mohd Aslam Nadvi  
(Bombay)

● حیاتِ وارثی کے کلمہ کی تعریف اور زبان و بیان  
پر قدرتِ انیس ہم طبع شہزاد سے مناز کرتے  
ہیں حیاتِ وارثی کو جاننے کا دعویٰ درستی پر  
وہ کمالی نکتہ شاعر ہیں اسی لئے انیس وین ہیت  
حامل ہے نزیب و نساہت کی اس کی تھوڑی پر  
الہیٰ نیا نیا لہر ہے۔

حیاتِ وارثی کا کلمہ دریں حیات ہی اور پھر حیات  
روشنی کا سوز، منزل شناسی اور دعویٰ فکر کی  
نمائندگی کے لئے مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے!  
حیاتِ حال و استقبال کے باحیات شاعر ہیں  
اکے مجھ جیتن ہے۔

محمد اسلم نادی  
۱۹۸۸

○ تحقیق کار ————— حیات و ارتقے

○ تخلیق ————— "روشنی کا سفر"

۱۹۸۱ء

○ اشاعت

○ ہفتہ ————— حیات و ارتقے

باغ انوار لکھنؤ ۳

○ زیر اہتمام ————— عارف نجفی، جتوہرا میٹروی

○ کتابت ————— عثمان قاسمی

○ قیمت ————— بارہ روپے

○ مطبوعہ ————— نظامی پرنٹرز

○ منسلک مکتبے ————— مکتبہ البدیع دارالعلوم فاروقیہ لاہور

○ شیخ غلام محمد ایڈمنسٹریٹو افسر، ازار سری نگر کشمیر

○ ڈسٹریبیوٹر ————— امینے آباد پبلشرز

○ مکتبہ دین و ادب، امینے آباد پبلشرز

اُتر پردیش سارڈو اکیڈمی کے  
مال تعاون سے شائع ہوئے

# انتساب

انچھو بڑے بھائیوں اور مخلصوں کو فرما  
 عَالَمِ بَنَاتِ طاکر مومن سنگھ وشوین  
 ایسٹ کٹرنگم ٹیکسٹ

عَالَمِ بَنَاتِ عبید الرحمن قدوائی

ایسٹ ٹیمنیو فوڈ کارپوریشن آف انڈیا ایس۔

کے نام

نہایت جلد سے کیاتہ

میاں وارث

# جہانگیر

شہنشاہِ عالمگیری سے  
جس کی تصویریں سے  
جس کی تصویریں سے  
جس کی تصویریں سے  
جس کی تصویریں سے  
جس کی تصویریں سے

①

وہ جہانگیر پر جھکا جو سرورہ ہند ہے  
زمین کی پستیوں کے پاس عرش کی کند ہے

★

# سفرنامہ

ناترا مشیہ میں اب بھی اُن کتابوں کے ورق  
عمرِ مہرِ رسم جن کی تشریحات میں ابھانے

حیاتِ وارثی

سیری مائتوں کا سفر ۱۹۳۶ء سے شروع ہوا۔

والدِ محترم کا نام سید معراج وارثی ہے۔ خاندان کی دینی، علمی اور ادبی  
ہدایات صدیوں کے دامن میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اجداد کا تعلق بھارت سے ہے  
جوڑی سکونت کر کے ہندوستان آئے۔ سوت، اہرات، اے لکھنؤ تک سلسلہ

پھیلا۔

بزرگوں نے بیٹے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی، علم و ادب کو سراپا اختیار کیا،  
دادا محترم مولانا سید ہایت رسولؒ کی تصنیفات آج بھی علمی حلقوں سے خواج  
عقیدت محکم کی روئی ہیں۔ مولانا عمروارثی اور حضرت معراج وارثی کی نگارشات  
دینی اور ادبی اعتبار سے اہم سا زہ ہیں۔ علم و ادب کی خدمت کا پلسلہ آج بھی  
جاری ہے اور خاندان کے بیشتر حضرات اسی شاہراہ پر گامزن ہیں۔



اس نسی سگشت سے میرا مقصد اظہارِ فخر نہیں بلکہ اپنے علمی تعلق کا اظہار ہے جس میں تعلق کا کوئی دخل نہیں ہے۔

میں نے شوخ سنبھالا تو گھر کی فضا کو عشقِ رسولؐ اور ادب کے پھولوں سے نکلنے پایا، مجھے نعت گوئی کا شوق شاہراہِ سخن تک لے گیا۔ ۱۹۵۰ء میں میں نے پہلی نعت لکھی اور اپنے گھر کی محفل میں پیش کی۔ بڑے والد حضرت مولانا محمد عمر وارثی نے بے انتہا شفقت و محبت سے بہت افزائی کی اور جو صلہ بڑھایا۔

والد محترم کے ہمراہ ۱۹۵۱ء میں کلاکب کانپور کے مشاعرے میں شریک ہوا جس کی صدارت حضرت جگمراو آبادی نے فرمائی تھی۔ حضرت جگمراو آبادی کی دعاؤں کے سائے میں میری عوامی زندگی کا آغاز ہوا۔

ابتدائی دور میں علامہ شائق ابراہانی، شمس لکھنوی، اسلم لکھنوی، سارف عباسی کی خدمت و قربت سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔

نلاش اور عمل بہیم کو میری خصوصیات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ میں نے ۱۹۵۹ء میں قبلہ سراج لکھنوی کو اپنا ذہنی اور فکری راہبر تسلیم کیا۔ سراج کی دشمنی میں عرفانِ جلیح حاصل ہوا۔

ابتدائی دور سے میں نے اپنے فن کو مقصدی بنانے کی کوشش کی ہے کیونکہ بے مقصد سفر کا نام آوارہ گردی ہے۔ ہندوستان کے بھائی دو کا نقطہٴ عروج میری آنکھوں نے دیکھا اور سیکرڈ ہین پر نہ ٹھننے والے نقوش چھوڑ گیا یہی نے میری شاعری کا موضوع عزم و حوصلہ، عظمتِ بشر، اعلیٰ قدریں اور یک جہتی و قربت ہے کیونکہ انہیں جنروں کی کیا بی نے کائنات انسانی کو جہنم زار بنا رکھا ہے۔ میری آنکھوں نے گئی ادبی تحریکوں کو وقت کی گوی میں غائب ہوتے دیکھا ہے میں شاعری کو تری پسند جدید یا قدیم کے خانوں میں بانٹنے کا قائل نہیں ہوں۔ یہ

نعرے بازی یا گرو بندی ہو سیں اقتدار پسندی کا دین ہے، ہر ترقی یافتہ فنکار اپنے  
 قدر و اسماحول کا عکاس اور ترجمان ہوتا ہے۔

نکل اور نکل کے درمیان آج ایک بیل کی حیثیت رکھتا ہے، اس میں سے  
 جس نکل کو الگ کر دیا جائے تو بک اسپی جیڈ قائم نہیں رہ سکتا، کیونکہ اس کی تجویزات  
 اور شادیت کی روشنی میں مجال و استقبال کو آہٹا بنا یا جاسکتا ہے، اے  
 راہروی، پہل پسندی اور کم آگہی نے مختلف ناموں سے اردو شاعری کو نقصان  
 پہنچایا ہے، اردو شاعری کی سب سے بڑی ہمتی یہ ہے کہ زبان و فن سے نا آشنا لوگ  
 بھی نئی شاعری کے نام پر زبان و فن کو بھونچ کر رہے ہیں۔ یہ سب سے نزدیک شاعر کی  
 سب سے بڑی ذمہ داری اعلیٰ انسانی قدروں کو فروغ دینا اور اچھے سانچ کی تعمیر کیلئے  
 رہنمائی کرنا ہے۔ اُسے ذات سے جڑ ہو کر کائنات کے لئے سوچنا ہے، کیونکہ ذات بھی  
 کائنات کا جزو ہے۔ میں بد کرداری، اذیت پسندی، اور نعرے بازی کو نپوالے  
 لوگوں کو شاعر تسلیم نہیں کرتا، میرا فنی شعور حضرت ابی خسرؤ سے شروع ہو کر ماہ و سال  
 کی گزریں طے کرتا ہوا بھٹک پہنچا ہے۔ اس طویل سفر کے ہر موڑ پر زندگی کے  
 ہر رنگی شعری بردہمتی کے روپ میں اپنی پوری توانائی اور خوشنالی کے ساتھ موجودی۔

اس سفر کے کا اگر ایک باب بھی کم کر دیا جائے تو پوری کتاب بے ربط ہو جائیگی۔  
 نقل اور جھوٹی شاعری سے بچنے کی میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے اس لئے  
 میرے قدم زمین پر ہیں اور میں پورے اعتماد اور توازن کے ساتھ رگداز شعر پر  
 گھزن ہوں۔ ترقی پسندی کا سفر سچا جو تھا شعری انتخاب ہے۔ اس میں آپ کو  
 میرے ہر دھمکے کی دلیل مل جائے گی۔

اس مجموعے میں ۱۰۰ شخصیات نظر میں تھیں اور اقبال بھی شامل ہیں جو اس آہ  
 کی جانب اشاریہ میں سے کہ شاعر کیا اور کے ہونا چاہئے۔

یہ ذاتی طور پر ذہنی اور انسانی تہ کے ضرورت کا قائل ہے اور  
اس نے سیر کے فکر کے کاوشوں میں یہ رہنما ہے کہ زیادہ تر ان کے  
لیکنہ اذیتناک ہے تاکہ اپنے کا نہیں۔

جسم کے فانوس میں پگھلا کیا اپنا وجود

خود بکھر کر دوسروں کو روشنی بانٹا کئے

سید اقبال

جزیہ ۱۹۸۱ء

# ہفت روزہ

سہ ماہی، شبات، قوس و قزح، روشنی، گلاب  
ہر شخص کو اپنا نام دے کر

ہمارے دیدہ و دل کا جواب بنتے ہیں  
 ڈائیٹ نے جو تراحت سب بنتے ہیں

وہ جن خیالوں کے پیکر نہ ہم تراش سکے  
 وہ لاشعور میں گم ہو کے خوب بنتے ہیں

سے میری ذات سے تیرے وجود کی شائستگی  
 الگ ہیں جڑیں ہیں آگے کتاب بنتے ہیں

نہ رگ زار نہ دھری، نہ دھوپ اور نہ نگاہ  
 بس ایک تشنہ ہی سے سراب بنتے ہیں

جو چھین لیتے ہیں ہونٹوں سے جرات انہماک  
 وہ منہ ابلے سبب انقلاب بنتے ہیں

وہ لمحے جن میں تراشیں ہو گی اسٹال  
 غزل کے جسم میں دھلکے شراب بنتے ہیں

عجیب بات ہے وہ جب بھی سانسے لکے  
 حیات اپنے ہی آئسو عجیب بنتے ہیں

(مضمون: انجمن ترقی و ترویج)



حالات کے دباؤ سے بیجان میں رہے  
ہم ساری عمر جنگ کے میدان میں رہے

تنہائی میں اور کبھی خود کو بھی دیکھتے  
وقت گزر گئی اسی اران میں رہے

جب تجربوں سے ٹوٹے تو فتح کے اپنے  
جو نخلت پسند تھے نقصان میں رہے

ان کے نقوش ابھرے ہیں قہر میں تپتے پر  
با اختیار ہو کے جو ادا سان میں رہے

ہم اپنی سطح چھوڑ کے تم تک نہ آسکے  
لمحات انتقام تو امکان میں رہے

وہ نہیں ہے شہر نگاراں سے رابطہ  
قالب کی طرح ہم بھی بیابان میں رہے

لفظوں کے دائروں میں سمیٹے حیات کو  
حیرت زدہ سے دہر کے ایوان میں رہے

اسٹیمبر اور ایڈیٹنگ: سوشل ریڈیو پاکستان



میں غاڑیوں کا انجام دے گیا  
وہ مجھ کو ایک ٹوٹا ہوا جام دے گیا

وہ میری دہلیز کو جھڑپے نام دے گیا  
غزلوں کو میری پیکر ابھام دے گیا

آیا تھا ساتھ لے کے وہ سوغاتِ حیر کی  
ریخت ہوا تو تھکے اور دم دے گیا

ظاہر ہوئے نہ چھپے دل کے اثرات  
خبروں پہ تبسمہ بھی بہت کاٹے گیا

صبا، شام، توں فزع، روشنی گلاب  
ہر شخص شخص کو ایک نیا نام دے گیا

اک کیف انتظار میں بتی تمام رات  
جو لمحہ گزرا صبح کا پیغام دے گیا

دنیا کی نفسیات سمجھ میں نہ آسکی  
ہر آدمی حیات کو الزام دے گیا

دوستِ حقیقی ہوں، اور دشمنِ حقیقی ہوں

ابھی تک توں کے شاعر سے یہی کاٹا



سبز ہے گل ہے اور نہ کوئی درخت ہے  
اسے دستورِ فنا وہ گز گاہِ سخت ہے

ملاوت کی پشمش سے ابھی ہونٹ خشک ہیں  
کیسے کہوں کہ آپ کا لہجہ کرخت ہے

مفہوم کیسے سمجھیں اشکِ کناکے سے  
ہر عطیہ نگاہ کا عنصرِ دو سخت ہے

اب تک جبکے سائے میں کوئی پنپ سکا  
انسان کی ہوس وہ گنیز اورخت ہے

جسٹش کل میں حیات کو تم چاہو ڈھال لو  
پھولوں کی ریکا ہے یہی کلاٹوں کا تخت ہے

انساں کی فکر کتنے سویرے جگا چسکی  
انسانیت حیات ابھی خوابیدہ سخت ہے

آل انڈیا ریڈیو، جنک امیراۃ، کے مشاعرے سے نثر





آنکھوں میں آنکھ ہے، حیرت میں اندھیرا ہے  
دنیا ترے آنکھوں میں یہ کیا سہویرا ہے

صدیوں سے ہے روز و شب چہرے کا سفر جاری  
لمحات کا آئینہ تیرا ہے نہ میرا ہے

فطرت نے عطا کی ہے یہ بے سرو سامانی  
دل خسانہ بددشمنوں کا اچھا ہوا ڈیرا ہے

سانسوں سے سبک ہو کر بڑھ جلتے ہیں ہم آگ  
یہ پیکرِ خاکی تو اکٹ رہیں بسیرا ہے

کوئی غم دوراں کی تھک جاتی بس سے میں  
سایہ تری یاہوں کا اس درجہ گھینرا ہے

سرا یہ اصولوں کا رکھ گھر میں حیات اپنے  
ہر کام میں سالہنہ ہر سوٹ لٹیرا ہے

دال انڈیا پر سورج ناز کشیوں سے فضا،

مطبوعہ ماہنامہ "بیدار" پتہ: لاہور، پاکستان



ترے روپ کا اُبھلا مرے فن میں ڈھل گیا ہے  
جو کبھی ہوا تھا کب سے وہ چہرہ انجھل گیا ہے

نہ کھلے مرے چمن میں تری آہٹوں کے غنچے  
کبھی وقت بھرتے نہ تھا، کبھی تو بدل گیا ہے

تری مسکراہٹوں نے جو عطا کیا ہے مجھ کو  
بری مسکراہٹوں میں وہی دور ڈھل گیا ہے

مرے ذوقِ جستجو نے کبھی رُخ جو اپنا بدلا  
ترا جسلوہ خود نسانی کے لئے پھل گیا ہے

مرے دل کے ٹوٹنے پر یہ بکھ کے مسکراؤ  
اگر آگشیاں جلا ہے تو چین بھی جسل گیا ہے

یہ گزرا ہے وفا کا، کہ اثر سے اتھا کا  
میں حیات سن رہا ہوں وہ صنم چھل گیا ہے

(اے ذی یار، جو میں پورا چہرہ پریشیا) کے منہ سے نثر)



مقابل آئے حقیقت کا آئینہ نہ رکھنا  
اندھیری رات میں دروازہ مت کھلا رکھنا

پہ سوزہ کرٹ مجھے تجربوں نے بخشا ہے  
جلانا شمع تو رامن سے فاسلہ رکھنا

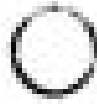
خود اپنے واسطے بہتر ہے سمجھتے ہو  
وہی سداک مرے واسطے روا رکھنا

نہ توڑی اس لئے میں نے سکوت کی زنجیر  
ابھی ہے ان سے مخاطب کا سلسلہ رکھنا

نقاب گھرے کی ڈالے ہوئے ہے ہر کھائی  
درست اپنی نگاہوں کا زاویہ رکھنا

فصیل شہر آنا کھڑے پونچھے والا ہوں  
اسی طرح یہ تغافل کا سلسلہ رکھنا

میں کر رہا ہوں عکس حیات کا پیکر  
جس کا کوئی بھی پسلو نہ تم اٹھا رکھنا



غیر کی مانند اپنا قتل خود دیکھا کے  
چند نظروں کے لئے دریا کو ہم پہا کے

جسم کے فائوس میں پگھلا کیا اپنا وجود  
خود بکھر کر دوسروں کو روشنی بانٹ کے

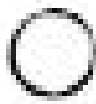
لے زمانے آج اُن سے آئی پر وہ واریاں  
دقوں جوبن کے آئینہ تجھے دیکھ کے

دھوپ نے فصلوں کے دروازے مقفل کر کے  
اور سادوں کو ٹھیوں کے لان پر بسا کے

ناراضیہ میں اب بھی ان کتابوں کے ورق  
عمر بھر ہم جنسکی تشریحات میں ابھا کے

لے حسات آئینہ خانے میں تعید سو کے ہم  
اپنے کو دیکھا کے اپنے لئے سو ہا کے

(مطلب: ماہنامہ تعمیر و ترقی - نئی دہلی)



مکرب، پکس، ہنسائی، شعر، جام یاد آئے  
اک بے تھے بھلانے کو کتنے نام یاد آئے

ضننہ کرو یا ہم نے دن تو خواب بننے میں  
جب ہئے اسیر شب سارے کام یاد آئے

آئینہ ہوا جب بھی عکس دو درخشاں کا  
تشنہ کام یاد آئے خالی جام یاد آئے

دل کے ساتھ منظر بھی زاویے بدلتا ہے  
چندہ سحر دیکھیں زلف شام یاد آئے

ہو گیا ادھر اپن اتنا ذہن چساوی  
جتنے تھے یاد آئے اتنا یاد آئے

لی دھنک نے اگر ائی جب فضا کی باہوئیں  
ہنسی مسکرائی کچھ سدا م یاد آئے

(مطبوعہ ماہنامہ پرواز ادب پیالہ)



جاں کے تلخ حقائق سے جو کبیدہ رہے  
وہ جسے جوئے سسرت میں آب دیدہ رہے

زمین سے جن کی جڑیں رابطہ بڑھا دیکیں  
بہار میں گل وہ پودے خزاں رسیدہ رہے

جو خود کسری میں ترے ذریعے معترف نہ ہوتے  
نہ جانے کتنے دروں پر وہ سر خمیدہ رہے

کھنچا ہوا ہے زماں تو اس میں حریت کیسا  
بگھڑ کے تجھ سے خود اپنے سے ہم کشیدہ رہے

چکاس کے زکھی نیت اک و تبشیم کی  
جن میں غنچہ گل بہیں سرین دیدہ رہے

انھیں نوازا تھا جو ہر شناس نظروں نے  
وہ ذرے خاک کے جو آسمان رسیدہ رہے

قیامت جب علم جاں سے مقصد ہستی  
زبان پر عشرتِ دوراں کا کیوں تصید رہے

دیکھو عدسہ سا اظہار میں تو اسکی راجہ ہستی

○  
 کہنے والے زخمی ہیں سننے والے گناہی ہیں  
 بیزہ پائے دنیا کس قدر سائل ہیں

مصلحت نے بخشی سے دوسری شخصیت ہم کو  
 دوستی کے قائل ہیں دشمنی پہ کائل سے ہیں

خشک لب زمینوں سے کس طرح لیں بادل  
 موسموں کی دیواریں راستوں میں سائل ہیں

عقل کی کمانوں میں تیر چڑھ کر اُٹے  
 ہم مشکا کی دُھن میں خود گشتی پہ نائل ہیں

جب جوئے بن کی ارتقا کا محور ہے  
 ہم بھی اس ستارے کے اے حیات قائل ہیں  
 (۱۱) اندیا دیہیوسوی نگر کٹیہر سے نشر)



تیسرے غم کے سائے میں گزریں گئے ہوتے  
ذہانت کی تمناؤں سے ہم ٹھلس گئے ہوتے

منکشف جو ہو جاتا راز اپنی سے ہستی..... کا  
ایک سکر ایٹ کو لب ترس گئے ہوتے

نعن پیاسی و حرق کی ڈوبنے سے بچ جاتی  
یگنیسہ بادل جو گل برس گئے ہوتے

روشنی محبت کی ہم نے پیش کی ورنہ  
زندگی کو نفرت کے آنکس گئے ہوتے

موج آب بن جاتی تشنگی کی ہر ایٹ  
ریت کے سمندر میں ہم جو بس گئے ہوتے

میری نامہ ادھی بھی زندگی سے اوروں کی  
ورنہ آگ میں اپنی وہ ٹھلس گئے ہوتے

(مطبوعہ ماہنامہ نیلور وکلنٹو)





تیسے غم کے سائے میں گزریں گئے ہوتے  
ذہانت کی تمازت سے ہم ٹھس گئے ہوتے

ٹکٹوں جو ہر جا آرازاہ سے ہستی... کا  
ایک سکر ایٹ کو لب ترس گئے ہوتے

نعن پیاسی دھرتی کی ڈوبنے سے بچ جاتی  
یہ گھینے بادل جو کل برس گئے ہوتے

روشنی محبت کی ہم نے پیش کی ورنہ  
زندگی کو نفرت کے ٹکڑے بن گئے ہوتے

موج آب بن جاتی تشنگی کی ہر آہٹ  
ریت کے سمندر میں ہم جو بس گئے ہوتے

میری نامہ ادھی بھی زندگی سے یاروں کی  
ورنہ آگ میں اپنی وہ ٹھس گئے ہوتے

(مطبوعہ ماہنامہ نیلور ویکلیٹو)



یوں تری اداؤں سے دل کا آئینہ ٹوٹے  
بے صلح آپ پر جیسے بن کے دائرہ ٹوٹے

ایسے ناخداؤں کو دور رکھ سنبھلنے سے  
سسن کے شور طوفان کا جن کا جھلسا ٹوٹے

مصلحت کی دیواریں توڑ دے اگر انساں  
دوریاں کٹ جائیں اور فاسد ٹوٹے

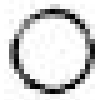
میں بھی بھول جاؤں گا یاد آنے والے کو  
موج اور ساحل کا پہلے سلسلا ٹوٹے

میسکے میں ساق کی ایک تنگ نظرانی سے  
کتے جام کتے ذول بن کے حادثہ ٹوٹے

زندگی کی منزل کا دل جو رہنما ٹھہرے  
سیل اشک رگ جائے غم کا فاسد ٹوٹے

اب مصاحبات اپنی جنسبیں کی لگتی ہے  
ہونگے ہیں اتنے دن خود سے رابطہ ٹوٹے

(مصطفیٰ علیؐ کا اظہارِ عقیدت)



سحر زریبے غلوت ہسک رہی ہوگی  
سحر اب ساغر غم سے چھلک رہی ہوگی

وہ بات ترکِ تعلق کا جو سبب ٹھہری  
وہ بات خود ترے دل میں ٹھک رہی ہوگی

یا جسلی شام ہسکے ہوئے پستانے  
وہ اپنے سحر کو روپے سے ڈھک رہی ہوگی

میں سحر و شام گذرنا تھا جس سے بے مقصد  
وہ راہ اب بھی مری راہ تک رہی ہوگی

سکھ بے صدیوں سے معجزِ حن کاری میں  
سحر میں تیری آوا بھی جھلک رہی ہوگی

یہ بات الگ ہے میں راہوں کی جستجو میں ہوں  
مری تلاش میں سنسنی جھلک رہی ہوگی

حیات بھر جھک اٹھی سے یاد امن کی  
مہارے گاؤں میں پھر فصل کپ رہی ہوگی

(میں نے سحر کو دیکھا تھا)



تم فریب کھاتے ہو ہم فریب کھاتے ہیں  
قہقہوں کے دامن میں دونوں غم چھپاتے ہیں

جان بوجھ کر ساقی سرمہ جڑا کھڑاتے ہیں  
طنز کرنے والوں کا ظرافت آزماتے ہیں

غیر نختہ رنگوں سے مت رنگوں باسوں کو  
ڑت بدلتے ہی یارویہ بھی چھوٹ جاتے ہیں

احتیاط سے پھینک دو سنگ بدگمانی کے  
دوستی کے آئینے ان سے ٹوٹ جاتے ہیں

بھر کے ساغر فن میں ان کی شوخ اداؤں کو  
اے حسیں غزل تیرا بانگین بڑھاتے ہیں

پوچھتا ہے جب کوئی ماں اے حیات اپنا  
آنکھیں بھیگ جاتی ہیں ہونٹ سکراتے ہیں

ڈال انڈیا ریڈیو سے نشر، تین ریڈیو سے شیلے کا سٹ۔ مطبوعہ

ماہنامہ تعین ہریہ نہ چندہ گیتھ



اس کی فضاؤں میں یاس کی اُداسی ہے  
 جب ہم عشرت ہے پھر بھی روحِ پیاسی ہے

پتلاشِ حق جس کو ڈھونڈ لے خود اپنے کو  
 خود شناس ہو گیا، اصلِ حق شناسی ہے

جس میں زمانے کی آرزو ہے صدیوں سے  
 جس میں زمانہ تو آج بھگتیا کی ہے

دھبے پھاؤں دونوں ہی ہیں علامتِ ہستی  
 پھر کیسی ایسی کس لے اُداسی ہے

اے حیاتِ بدلائے وقت نے جو رُخ اپنا  
 آج ان نگاہوں میں ایک لتجاسی ہے

(طیورہ ماہنامہ، یاد و رکھتی)

○  
 ذرا ٹھہرا بھی سالتی سے جام لیتے ہیں  
 غمِ زمانہ ابھی انتقام لیتے ہیں

گان ہوتا ہے کچھ اور کتے والوں کو  
 اس احتیاط سے کیوں میرا نام لیتے ہیں

انہیں کے حصے میں آتا ہے جامِ تشنہ لہی  
 جھکا پیتے ہوئے ہاتھوں سے جام لیتے ہیں

حیاتِ جیل کے اکیلے دنیا کی راہوں پر  
 ہم اپنے آپ سے خود انتقام لیتے ہیں

( مطبوعہ: ماہنامہ نخلستان، اردو لٹریچر )



خراج گردشوں دوران کو یوں دیا جائے  
ہوائے گرم کو باد صبا کسا جائے

غلوں کا زہر بنے زندگی کا سسر پایہ  
سزوں کا اگر تجزیہ کیا جائے

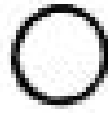
سے توڑنا کسی صورت غرور طوٹناں کا  
کنارے لاکے سفینہ ڈبو دیا جائے

بہلکے لے گیا سیلاب وقت کا ان کو  
جو بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے

سکوک اہل دنیا دیکھ کر یہ سوچا ہے  
خود اپنے آپ کو اب بیوں کا کما جائے

پرکھ لو جس کو بھی حالات کی کسوٹی پر  
وہ نقشیں پاکی ملک برہ ساتھ چھوڑا جائے

حیات اس کی کھٹک تاحیات برتتا ہے  
وہ فیصلہ کر جو عملت میں کر لیا جائے



سبیل اشکباری ہے موج بقیہ راز کا ہے  
درو کا سمندر اب زندگی ہمارا ہے

بندر کے درتے سج بھی کھولتے نہیں کوئی  
آج ذہنِ انسان پر اتنا خوف لگا ہے

ہم کسی کے عیبوں کو کیا دکھائیں آئینہ  
اپنے ہی گناہوں سے ہم کوشش کرتے ہیں

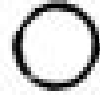
ان کو بھول جائیں ہم مشورہ سے یاروں کا  
جذبہ محبت کیا اتنا اختیار ہے

سب کو جلتے دیکھا ہے اپنی آگ میں لیکن  
ہم نے بند کے پروانہ زندگی گزارا ہے

امیل و بڑا سر سے نگر کنہیر کے ستارے

سے ٹیلے کا سٹا





ہم سبج نکلتے ہیں عیشیام کو ڈھلتے ہیں  
سوزح کی طرح ان کے انداز بدلتے ہیں

شاید کسی راہی کو سائے کی ضرورت ہو  
اس واسطے یا وہ ہم دھوپ میں چلتے ہیں

یہ رات کی تاریکی فاصلہ ہے سورے کی  
جذبے کی حرارت سے پتھر بھی پگھلتے ہیں

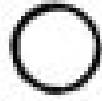
احکاس و عمل دونوں ہیں دشمن جہان و دل  
پروانے بھی جلتے ہیں دیوانے بھی جہلتے ہیں

نظر میں نہ اٹھانا تم اندیشہ طوفان ہے  
سوجوں کی طرح دل کے جذبات پگھلتے ہیں

چسپوں کے تغیر کا احساں نہیں ہم کو  
ہم جب بھی بدلتے ہیں آئینے بدلتے ہیں

منزل نے حیات ان کے خود بڑھ کے قدم چھنے  
منزل کا عینیں لے کر جو گھر سے نکلتے ہیں

والک اندیا ریدہ یو لکنزہ نشہ - سببہ توی دلچ بیلی



لس بیتے لمحوں کا گدگد اڑھا ہوگا  
غنج بے خیالی میں مسکرا دیا ہوگا

میرا تذکرہ جب بھی غیب سے سنا ہوگا  
خود تمہارے چہرے کا رنگ اڑ گیا ہوگا

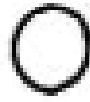
جس کو کہہ کے دیوانہ مارتے تھے پتھر سے  
اس کے ہاتھ میں شاید آئینہ رہا ہوگا

بے تمہارے چہرے پر کیوں حجاب کی شنیم  
اپنے آپ کو ہم نے بے وفا کہا ہوگا

اس کے بعد تم خود کو پہروں ڈھونڈتے ہو گے  
جب کوئی پتہ میرا تم سے پوچھتا ہوگا

دیکھتے ہو حیرت سے کیوں حیات کا دامن  
مصلحت کے کانٹوں سے یہ اُلجھ گیا ہوگا

دال انڈیا ویڈیو کلکتہ سے نشر



مرگذرتے لمحے نے یہ پیکام چھوڑا ہے  
اُن گنت مسائل میں اور وقت تھوڑا ہے

سیم دزر سے ملتی ہے عظمتوں کی تابانی  
ہم سے کچھ فقیروں نے یہ طلسم توڑا ہے

کل اسی کے آنگن میں صبح سکرائے گی  
آج کے تقاضوں سے جس نے رشتہ جوڑا ہے

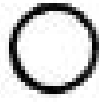
ہم کریں شکایت کیا اُسپہ اور پیار آیا  
اُس نے اُمینہ دل کا اس ادا سے توڑا ہے

اور سونے والوں کی نیشند ہو گئی نگہری  
دھوپ کی تمسازت نے جسقدر بھنچھوڑا ہے

کیوں ہر اس طاری سے نوشگفتہ غنیموں پر  
اے حیات پھولوں کا کس نے رس پھوڑا ہے



(اللہ تعالیٰ ہی وہ جہاں پورا اور رائے پور سے فشر)



داستانِ فطرت ہے ظن کی کہانی ہے  
جتنا اُتلا دریا ہے اتنا تیز پانی ہے

پھسے رکھنے والا ہے کوئی تازہ گل شاید  
باغبان کی بھڑبھڑ پر خاصا مہر پانی ہے

بخم کھاتے رہتے ہیں سکرانے رہتے ہیں  
ہم دنیا شناسوں کی یہ ادا پُرانی ہے

برف بن گئے ارماں منجمد ہوئے جذبے  
ذہیت کے سمندر میں کتنا سرد پانی ہے

عقل کس سے بھٹکے ہے نفرتوں کی واوی میں  
پیار کی گرا بخی دل پہ حسکرائی ہے

لینے سائے سے ہم خود لے حیات ڈرتے ہیں  
صلت کی دنیا میں اتنی بگائی ہے

(مطبوعہ، ماہنامہ تغیر، حیات، چند گیارہ)



جو میکرے میں ہسکے ہن لڑکھڑاتے ہن  
مرخیال ہے وہ تشنگل چپساتے ہن

ذرا سادقت کے سورج نے رُخ جو بلا ہے  
مے وجود پہ کھسکے سکرآتے ہن

طلسم ذات کا بھیلی ہے تیسرگی اتنی  
کہ دستوں کے اُجلے سمٹتے جاتے ہن

ستم ظریفی احسانات کا کوشم ہے  
بھٹکنے والے بھدرستہ بتاتے ہن

جھپیں حیات شور حیات ماہل ہے  
زربیتے نہیں ہن زربھاتے ہن

ال انڈیا ویڈیو سری، مگر تیشی مطبوعہ، قوہ واج بیہی



حسرتوں کی مٹھل میں عمر یوں گزار آئے  
بے قرار پہونچے تھے اٹھ کے بیقرار آئے

خود ضمیر سے اپنے غیر مطمئن ہیں جو  
کیا مری دنیاؤں کا ان کو اعتبار آئے

جو خموشیوں کو بھی سنجھے ہیں گویائی  
ان لطیف لمحوں کو ہم کہاں گزار آئے

ان کے لب یوں ساکت ہیں جسے خشک خاکڑیاں  
جو دعائیں کہتے تھے موسم بہار آئے

جستجو کی منزل میں وہ مقام آیا ہے  
جس جگہ خود اپنے پر آدمی کو پیار آئے

بازگشتِ رتصال ہے اپنی ہی صداؤں کی  
ہم حیات کو جب اکہر طرف پکار آئے

آل انڈیا ایڈیٹوریٹوں سے نشر



محدود نگاہی کے ضمن میں ٹوٹ رہے ہیں  
تاریک اجالوں کے گہرے ٹوٹ رہے ہیں

اس دور کی بدلی ہوئی رفتِ اراکِ عالم  
شیشوں کی طسریٰ نقشِ قدم ٹوٹ رہے ہیں

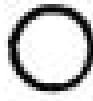
تشنہ ہے مرا جام تو کچھ غم نہیں سکتی  
یہ غم ہے کہ رندوں کے گہرے ٹوٹ رہے ہیں

اس راز کو اربابِ سیاست سے نہ پوچھو  
کیوں رابطہ دیو و جنسِ مٹوٹ رہے ہیں

یہ زلیت ہے یاریت کا کزور گھر و نوا  
بن بن کے یونہی صدیوں سے ہم ٹوٹ رہے ہیں

حالات کا یہ رنج بھی حیاتِ آبِ سہم لیس  
کیوں غمِ باغِ اَزِ کرم ٹوٹ رہے ہیں

الانہ یادیدہ برصوفتہ



تجھے نظر سہی ترے سیکر میں کھو گئے  
ہم روشنی کے گہرے سمندر میں کھو گئے

نکلے جسم سے صفت آذر میں کھو گئے  
دن سے بچے ذرات کے منظر میں کھو گئے

وہ رند جن سے حرات رندانہ چھوٹے گئی  
وہ تشنگی کے گہرے سمندر میں کھو گئے

گہرے ہیں ہر طرف سے مسائل کی فائلیں  
جذبے ہمارے زلیت کے دفتر میں کھو گئے

موسم کے گرم دوسرو کا احساس کیا نہیں  
جو اپنے گھر میں شام سے بستر میں کھو گئے

کہتے ہیں چاند اس آفتاب کائنات سے  
حالات و حادثات کی چاند میں کھو گئے







عمل کے حسن سے خود کو نکھارتے جائیں  
 رلوں میں پیار کا جذبہ ابھارتے جائیں

خلوص و عشق کی تابانیاں عطا کر کے  
 جمالِ روئے بشر کو نکھارتے جائیں

یہ سوچ کر طے آئے ہیں بزمِ ہستی میں  
 کبھی جو قرین لیا تھا اتار تے جائیں

طلبِ تیر و شجی ٹوٹنے ہی والا ہے  
 یقینِ صبح کے لئے شب گزار تے جائیں

ہم اس خیال سے خود کاروں کے تھے ہیں  
 جو سو گئے ہیں انھیں بھی پکارتے جائیں

حالتِ ان کی تباہی میں کس کو شک ہوگا  
 جو جتنے کی تمنا میں ہارتے جائیں

(مطبوعہ ماہنامہ "پامیان" - چندیکوٹہ)



پوس و عشق میں اک جنگ رہی ہے برسوں  
اہلِ الفت پہ زمیں تنگ رہی ہے برسوں

تیسری نظروں سے ہم آہنگ ہی ہے برسوں  
زندگانی سے گزرتی رہی ہے برسوں

اک نظر دیکھا تھا فطرت کا وہ شہکارِ حسیل  
چشمِ نظارہ مگر رنگ رہی ہے برسوں

اے غمِ دوست تجھے اپنا بنانے کے لئے  
غمِ دوراں سے مری جنگ رہی ہے برسوں

آج تم ہو تو ہر اک ذرہ کشادہ دل ہے  
یہی دنیا روشن تنگ رہی ہے برسوں

کبھی ویدار کی لذت کبھی فرقت کے الم  
زندگی مشکل گل و سنگ رہی ہے برسوں

مطبوعہ ماہنامہ اجلا حیدرآباد



آئیے سے ہم شکوہ بیداد کریں کیا  
حشر ایں ہیں کہ خود اپنے سے فریاد کریں کیا

موسم کی طرح روز بدل جاتے ہیں جسے  
اے مظلوم ہستی تجھے آباد کریں کیا

سے مشورہ احباب کا ہم ان کو بٹلوں  
اب تو ہی بتائے دلِ ناسا د کریں کیا

دلت ہوئی لوٹے نہیں یادوں کے پرندے  
جو بھولے ہیں خود کو وہ مجھے یاد کریں کیا

ہم خودی طلسم ہوس حوس میں گم تھے  
بتوئے کوئی شکوہ صیبا د کریں کیا

بے پیکس سے احساسِ حیات آج بھی زخمی  
نہ ساقی میخا ز تجھے یاد کریں کیا



جب طویل ہوتے ہیں انتظار کے سائے  
خود سمٹنے لگتے ہیں اعتبار کے سائے

تم خزاں رسیدوں کو سکر کے مت دیکھو  
مستقل نہیں ہوتے یہ سار کے سائے

آئینہ محبت کا جب سے تم نے توڑا ہے  
ذرا بڑا مسلط ہیں انٹرنیٹ کے سائے

دھوپ بدگمانی کی سرد ہو گئی خود ہی سے  
اس قدر گھیرے ہیں اعتبار کے سائے

وڈبٹا ہوا سورج آئینہ دکھاتا ہے  
عارضی ہیں دنیا میں اقتدار کے سائے

قتل گاہ اراں تک لے جیات پھر حیلے  
دل تلاش کرتا ہے پھر سار کے سائے

ال انڈیا ریڈیو لکھنؤ پبلشر



خود سے ملنے کے لئے بھیس بدل کر جانا  
آئینہ خانے میں جانا تو سنبھل کر جانا

ایک پروانے کے جل بجھنے کا حاصل معلوم  
بزم سے شمع کی مانند گھل کر جانا

میرا مقصد تھا سنور جائیں وفا کی راہیں  
ورنہ دشوار نہ تھا سارا راہ بدل کر جانا

وادئیں لمس میں چاہا ہو جو ہنک سانسوں کی  
موج صہبہ کی طرح جام میں ڈھل کر جانا

نبض کو زمین کی دھڑکن سے عمل کی آہٹ  
میں نے اس راز کو ساحل سے نکل کر جانا

دائیں فتنہ میں سارے بے جا انگری کا  
لیکن اکبر کی طرح دھوپ میں جل کر جانا

لے حیات لے ہی احساس نے بڑھنے زیا  
کتنا آسان تھا مگر توں کو کھیل کر جانا

(مطالعہ صحت قومی راجہ پنڈی)



پندارِ التفات و کرم توڑ کیوں نہ دیں  
ہم سوچتے ہیں شیشہ غم توڑ کیوں نہ دیں

ٹپکا ہے جن سے دامن انسانیت پہ خوں  
اے ساتھیو! ہم ایسے مسلم توڑ کیوں نہ دیں

ظالم کا ظلم سہنا بھی تائیدِ ظلم ہے  
اُدھارِ ظلم و ستم توڑ کیوں نہ دیں

جب سیکڑے میں چلنے لگے دورِ مصلحت  
پیازِ سکوت کو ہم توڑ کیوں نہ دیں

دلت سے رُوح امن و محبت اسیر ہے  
یارِ تسلیم دیر و حیرم توڑ کیوں نہ دیں

پیغام دے رہے ہیں اُجائے حیات کے  
ہمت سے تیرگی کا بھرم توڑ کیوں نہ دیں  
(مطبوعہ، دوزخ نامہ، قومی اواز، لکھنؤ)



اُلفت فریبِ دیرہ پُر نمِ فریب ہے  
اسے دوست ربطِ شعلہ و خنیم فریب ہے

چاہت، وفا، خلوص، بس اب رہنے دیجئے  
چاہت، وفا، خلوص، منظمِ فریب ہے

مر جا گیا ہے خود ہی کنولِ اعتماد کا  
محسوس جب ہوا کہ ترا علمِ فریب ہے

سورج سے کیا لے گا تہِ سات کے اسوا  
نم اور میسر زخم کا مرہم نہیں ہے

وہ پیکرِ جمیل کر دنیسا کہیں جسے  
اہلِ وفا کے حق میں مجسمِ فریب ہے

غنجوں کا دل نہ ٹوٹے کہیں اس خیال سے  
کٹا نہیں ہوں گریہِ خنیمِ فریب ہے

جھوٹی ہنسی ہے دوست لبوں پر حیات کے  
یہ عارضی سکون کا عالمِ فریب ہے



جب بھی ان نگاہوں میں جس لوہ کرم جاگے  
ان گنت نکتہ مستم جاگے بے شمار غم جاگے

اک چہ سراغ وعدہ سے بزم میں اُجبالا تھا  
ساتھ تیری یادوں کے ساری رات ہم جاگے

سورے تھے آغوشِ سنگ میں جو مدت سے  
فن کی آہٹیں سن کر وہ حسین صنم جاگے

چند لمے سوئے تھے گیسوؤں کے سایے میں  
اس کے بعد اے یارو ساری عمر ہم جاگے

سازا سن کا ٹوٹا گیت ہو گئے زخمی  
جب سے آدمی سویا دیر اور حسرت ہم جاگے

اب نظر ہم پہنچا زلے حیات بدلے گا  
پھر سے کرو میں لے کر کیشاں غم جاگے

(ال انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے منشی)





کتاب زیت سمجھنے کا جو اربوہ کرے  
وہ تجرباتِ گذشتہ سے استفادہ کرے

جو شخص چاہے کہ منسزلی کو اپنا جادہ کرے  
قیامِ تعویذ کرے اور سفر زیادہ کرے

اسیر ہو نہیں سکتا ہے پیار کا جذبہ  
یہ وہ عمل ہے جو انسان بے آراہ کرے

سمیٹ سکتا ہے بکھٹری ہوئی مسرت کو  
جو اپنے دامنِ احساس کو کٹا دہ کرے

جو زندگی کی حقیقت سے چاہتا ہو سراسر  
قائد بن کر رہے خود کو نذرِ بادہ کرے

طلب سے گل کی توخاروں سے اجتناب کو  
وہ جس کو چاہے اسی پرستم زیادہ کرے

حیاتِ خواب ہے اور خواب کا بھروسہ کیا  
تھیں بتاؤ کہ انسان کیسے دھندہ کرے

مطالعہ سے تو مفادِ اجنبی کی



آہ اے گاڑا اثر تو نہیں  
وہ بھی اب مجھ سے بیخبر تو نہیں

سونی سونی پڑی ہے زرمِ جہاں  
منتظر سب ہیں منتظر تو نہیں

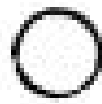
راستے کر رہے ہیں سرگوشی  
جذبہ پابندِ راہبر تو نہیں

کاٹ دیں اک اُمیدِ سرورِ اپر  
زندگی اتنی مختصر تو نہیں

صفتِ گردِ سفر ہے اے یارو  
گمگشاں ان کی رہ گزرتو نہیں

جانے کب ٹوٹ جائے تارِ نفس  
رشتہ عمرِ معتبر تو نہیں

اے حیاتِ اُمید ہوں کیا چلوں  
سب بیاں صاحبِ نعلتو نہیں



پیارا ایثار، قناعت میں خزانے میرے  
بچھ کو جی بھر کے نوازا ہے خدا نے میرے

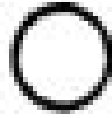
میں نے گرتے ہوئے لوگوں کو سنبھالا کیوں تھا  
بس کسی جرم میں کاٹے گئے شانے میرے

پھیل سکتا تھا میں خوشبو کی طرح گلشن میں  
مجھ کو محدود کیا عہد و منا نے میرے

جو چھپائے تھا بسم کے نہاں خانوں میں  
رات گئے وقت کے ہاتھوں وہ خزانے میرے

مصلحت کو شی سے دم گھٹتا ہے اب لے دنیا  
مجھ کو ٹوٹا دے خیالات پڑا نے میرے

غم کے شعلوں میں گمن تھا میں سمندر کی طرح  
رات بھر روتی رہی شمع سرا نے میرے  
(مکھنوشلی و بیٹرن سینٹ سے ٹیلی کامسٹ)



کسی کتاب سے نوچے ہوئے ورق کی طرح  
ہے بے دیار محبت بھی آج حق کی طرح

ہیں آج سارے قیافہ شناس حیرت میں  
ہر ایک چہرہ ہے ایک جیسا ادق کی طرح

ذائقے ساتھ اُجالا ہے اور نہ تاریکی...  
بکھر گئے ہیں فضاؤں میں ہم شفق کی طرح

صدا بھٹکتی رہی قہقہوں کے جھنگل میں  
میں اپنا حال سُنا آ رہا سبق کی طرح

حیات کیسے ابھرتے نقوشِ ہستی کے  
وہ اپنا رنگ بدلتا رہا افسق کی طرح

ایمان کا غنیمت اور نیکوئی کا غنیمت  
بن کر شرابِ بے مہر کا سا غریب بن جاؤ  
○ ○ ○

# میر سی

میں نے آدم کی محبت میں وطن چھوڑا تھا  
یعنی جنت سے میں دنیا میں چلی آئی تھی  
میر سی تخلیق کا باعث ہے تمہاری ہستی  
مجھ سے ہے پیار تمہیں میں بھی نہیں جاہتی ہوں  
پھر یہ دوری یہ فراق اور یہ گھٹن کسی سے  
میں نوسائے کی طرح ساتھ ہوں آگے پیچھے  
جستجو میں میری صدیوں سے پریشاں ہو تم

کبھی محلوں کبھی کوٹھی کبھی ایوانوں سے میں  
اور کبھی بسم کے تاریک سہ خانوں سے میں  
ادیت کے حصاروں میں کبھی سہ گز داں  
سیم وزر لعل و جواہر کی طلب میں حسیراں  
کبھی طاقت کی حکومت کی ہوس میں غرقاب

کبھی خواہش کہ زما نے خدا اکھلاؤ  
 تم مری کھونج میں خود اپنا پتہ بھول گئے  
 تم نے نفرت کو بنا یا ہے محبت کا بدل  
 جنگ کے پھول سجا رکھے ہیں گلہ انوں میں  
 بے منبری نے تمہاری مجھے بھی اناک  
 مادہ کر نہیں سکتا ہے کبھی مجھ کو اسیر

میری نفسلیق کا باعث ہو کسی باعث میں  
 آخری بار صدادینے چلی آئی ہوں  
 میں قناعت کے حسیں شہر کی شہزادی ہوں  
 تم مجھے حرص کے صحرا میں کہاں پاؤ گے  
 جب غلط راہ چلو گے تو بھٹک جاؤ گے  
 کیا سندرے کوئی پیاس بھجا پایا ہے

مجھے ملنا ہے تو پھلوٹ چلو گھر کی طرف  
 گھر کے آنگن میں نہیں کھلتی بل جاؤ لے گی  
 میں ہوں خدمت میں محبت میں اصولوں میں نہاں  
 دل انساں میں مری انجمن آرائی سے  
 میں کسرت ہوں مجھے روک سکو تو روکو  
 اپنے مرکز کی طرف اٹل پرواز ہوں میں  
 میں نے آدم کی محبت میں وطن چھوڑا تھا

(موضوعاً، زبان ہند کا بیوا)

# اقبال

تیری فکر تبیل سے روشن  
عالم اور فن کا آئینہ خانہ  
تو نے احساس کی گداز سے  
بشع کو بخش اسوز پر وانہ

تیرے ساز خودی پر قصیدہ  
شعرا غم نغم رفعت کردار  
بال حبیب سیر اور بانگ درا  
فن کی مسراج سنکر کا شہکار

تیری ضرب کلیم سے لرزاں  
ظلمت غم نصائے تیرہ شبلی  
تیرے شاہیں کی قوت پرواز  
کھلناں جس کی گردِ رافا ہنی



تیرے احساس کی بلند می نے  
 زندگی کا شعور بخشا ہے  
 تیرے اخلاص کے اُجالوں نے  
 آدمیت کو نور بخشا ہے

آشنا ہے مقامِ انساں سے  
 رزم گاہِ عمل کا غازی ہے  
 تیرے میخاؤں و محبت میں  
 جامِ ہندی ہے مئے حجازی ہے

(مطبعہ، ماہنامہ نیامور لکھنؤ)

# تالیسی

رام چرت مانس کے چپیتا  
بابا تلیسی زندہ باد!

جوڑ کے اپنے قلم سے رشتہ شدوں کو سماں دیا  
کوی کو تم نے ان دیا کویتا کو جیون دان دیا  
بابا تلیسی زندہ باد!

تم سے شو بخت تم سے پاون جیون کی انگنائی ہے  
مریاد اپڑو تم سے تم نے مریاد اپائی ہے  
بابا تلیسی زندہ باد!

حسن تھا پردے میں مدت سے تم نے جلوہ عام کیا  
رام نے تم کو عزت بخشی تم نے رام کو رام کیا  
بابا تلیسی زندہ باد!

صدیوں سے ساتھ جگت پر راج ہے اک نیا سی کا  
جس کی کلانے بھگتوں کا بھگوان سے ناطہ جوڑ دیا

یا تمسی زندہ باد!

ایسا دیپ جلا یا ہے جو من آنکھ چمکائیگا  
جتنی صدیاں گزریں گی اُجیارا بڑھتا جائیگا

گرام چرت ماسن کے رہ پیتا

یا تمسی زندہ باد!

(۴) اندیا ریڈ پبلشرز، مطبعہ روشنی اور خوشبو

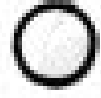
# تلاش

○ اہلی قدریں  
سورجی ہیں تھلکت کی سبج پر  
دل کے آنگن میں  
مکتا ہی نہیں کوئی گلاب  
ہو گئے تحلیل جذبے آتش حالات سے  
عقل نے ذرات کو

کر دیا ہے ماہ و انجم آشنا  
کھل رہے ہیں روزِ ایجادات کے تازہ ورق  
بڑھ رہی ہیں روشنی کی وسعتیں  
بکھری ہیں چاروں طرف پرچائیاں  
کچھ کھسکتی رہی کچھ دوڑتی پرچائیاں

اور ہم  
پرچائیوں کی بھیر میں  
ڈھونڈتے پھرتے ہیں اپنے آپ کو  
کھو گیا ہے روشنی کی گرد میں  
آج خود اپنا وجود !

# ڈائری



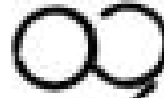
آدمی

آدمی کے سامنے

حرم کا ہے ایک صحرانِ عظیم

جس میں بہرگ گام پر

خود نمائی خود فریبی کے سراب



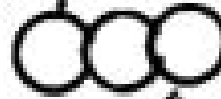
پیاس

پیاس کا احساس

خشک لب ہے کائناتِ رنگ و بو

دردِ حسیب کی علامت

تشنگی سے سر بڑھنہ دہر کے بازار میں



زندگی

زندگی کے طائرے

کینوس پر وقت کے

ٹوٹتے نئے بگڑتے دائرے

آدمی ہر دائرے کو توڑ دینا چاہتا ہے، پیاس بڑھتی جا رہی ہے!

# رہساز



میرسی تخیل کی معراج مرسی جان غزل  
روح جذبات، تمناؤں کی تابندہ کنول  
تو نے جب توڑ دیا دل کا حسین تاج محل

اب مجھے یاد نہ آ

میں نے ویرانہ فرقت میں قدم رکھا ہے  
دل میں حسرت ہے نہ اب سر میں کوئی سودا ہے  
یترگی غم ہے اور یاس کا سناٹا ہے

مجھ کو واپس نہ لانا

داؤ کی شوق کی پُر خار بیاہوں کی قسم  
عشق ناکام و غم بجز کے ماڑوں کی قسم  
اپنی ہلکوں پہ چبوترے ہوئے تاروں کی قسم

تو مجھے بھول بھی جا

ذہن ویران ہشکے ہوا آہنگ خیال  
اب نہ دیدار کی حسرت نہ تنائے وصال  
میری نظروں میں برابر ہے جمال اور جلال

اب سرے اپنا آ

تو نے جب دامن رنگیں نظر ہی کو چھوڑا  
میں نے بھی کارے در یوزہ گری کو توڑا  
یعنی بڑھتے ہوئے سیلاب جنوں کو مٹوا

عشق خود دار ہوا

جن کی نکلتے سے معطر تھے محبت کے چین  
وہی لمحات ہیں بسے ہوئے یادوں کے کفن  
اب تصور کی تیس چھاؤں نہ دل کی بھرپن

سازِ دل ٹوٹ گیا

دہر کی بھیڑ میں یوں ہاتھ ترا چھوٹ گیا  
لب لب سے نمودار ہوا چھوٹ گیا  
اک نہ اٹھیں لگی شہزادہ دل ٹوٹ گیا

خیر اچھا ہی ہوا

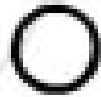
دل کے ہرزخم کو سینے کا سلیقہ ہے مجھے  
مئے آلام کے پینے کا سلیقہ ہے مجھے  
یعنی ہر حال میں جینے کا سلیقہ ہے مجھے

سوچ انجامِ ذرا =

(مطبوعہ ماہنامہ سمیع دہلی)

# کشمیر

(جسے دیکھ کر ہر بادایک نیشے پن کا احساس ہوتا ہے)



ارض کشمیر کے حُسنِ فطرت کی جہاں  
تیرا گلزار ہے بے نیاز خسراں  
دیکھ کر تجھ کو لے مرکزِ مغلّیٰ رخسار  
بن کر شاعر کو آتی ہیں انگڑائیاں  
رہ گذار میں تری ہلکتاں ہلکتاں  
مانگ جسے نکالے ہوئے گوریاں  
ڈال کی آغوش میں تیرے کشتیاں  
جس طرح محو گل گشت شہزادیاں  
اتنی دلکش ہے شیریں ہے تیری زباں  
جسے شفاف جھیلیم کی موجِ رواں



آبشاروں کے نغموں کی وہ دل کشی  
 ہر طرف جیسے بھتی ہوں شہنشاہیاں  
 بادلوں کی روائیں ہیں اور سے ہوئے  
 کھساروں کی تیرے حسین وادیاں  
 نیند آجائے زقت نصیبوں کو بھی  
 یوں سناتی ہے باو صبا لوریاں  
 دیکھ کر تیرے گل مرگ کی دل کشی  
 حنِ فطرت بھی لیتا ہے انگریزیاں  
 اس طسرح وادیاں تیری گل پوش ہیں  
 جیسے مثالوں میں لپٹی ہوئی دیو یاں  
 میں نے حیرت سے دیکھا پہلگام میں  
 پگھلی چپاندی کا بہتا ہوا کارواں  
 گلشنِ بے خسراں تیری آغوش میں  
 پھول بھی شاداں خار بھی شاداں  
 صبح تیرے بنارس کا نظرنے  
 شام میں ہیں اودھ کی حسین جھلیکیاں  
 رات بکھری ہوئی زلفِ بنگال سے  
 دن میں دھسلی کی عظمت کا جلوہ نہاں

تجھ کو جنت سے تشبیہ دینا پڑی  
 دیکھ کر دستِ قدرت کی فنکاریاں  
 (مطبیعہ ماہنامہ تعمیر مہری نگر کشمیر)

# دیوانہ

نکھری سے لہن بکر بھرات اُجالوں کی  
دیوانی نے بخشی ہے سوغات اُجالوں کی

نکلنی ہے جوں ہو کر بارات اُجالوں کی  
ہرمت ملکتی ہیں کرنوں کی حسین کلیاں

لکشمی کے چہروں میں سچ کے آئی دیوانی  
ریشمی کی کرنوں سے جب نہالی دیوانی  
زندگی کے آئین میں مسکرائی دیوانی  
اتھساں دیا پہلے پھر نہالی دیوانی  
سن کے ساز محنت کا گلشنالی دیوانی

پیار کے اُجالوں سے جگمگائی دیوانی  
اک نکھار آیا ہے تیرے چہرے پر  
کھیل اٹھی ہیں دیواریں جگمگائے دروائے  
عزم کے چراغوں سے حق نے ریشمی پائی  
بڑھ رہی ہے ہر لہلی آ رہی ہے خوشحالی

اُن کی شوخ نظروں سے ساری رات بائیں کھیں  
اے حیات ہم نے بھی یوں جگمگائی دیوانی

(لکھنؤ ٹیلی ویژن سینٹر سے ٹیلی کاسٹ)



ہم لوگ

ہم رشتہ، ہم شرب  
ہم راہی، ہم جولی، ہم سایہ اور ہم دم  
ہم نوا، ہم زباں، ہم سفر، ہم وطن

ہم تہذیبوں کا سنگم  
اتحاد کا پرچم

اگر سیات ہم کو بانے  
ارضین وطن بٹ جائے  
تو سے ہم کا رشتہ ٹوٹے  
انوا مر جائے

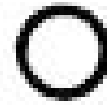
ہم تہذیبوں کا سنگم  
اتحاد کا پرچم

ہم کی یکجہتی سے لرزاں آدرشوں کے قابل  
اسی لئے ہے سازش  
ہم کو الگ الگ کرنے کی  
لیکن فطری ہم آہنگی  
ہم کو الگ نہیں کر سکتی

ہم تہذیبوں کا سنگم  
اتحاد کا پرچم -

# میرا ایشیا

(مہاتما گاندھی)



تو کیا کرتا تھا ہر مذہب کا دل سے احترام  
تھے تری نظروں میں یکساں ساری دنیا کے عوام  
دشمنوں کو بھی دیا تو نے محبت کا پیغام

ایشیا کے رہبرِ اعظم تھے میرا اسلام  
تیری کاوش سے بڑھی ہے تابشِ انسانیت  
ہند کی تاریخ میں روشن رہے گا تیرا نام  
ایشیا کے رہبرِ اعظم تھے میرا اسلام

ساغرِ دل کو سئے الفت سے تو نے بھر دیا  
جان دیکر اپنے آدرشوں کو اونچا کر دیا  
اے اہنسا کے بھاری اے محبت کے ام

ایشیا کے رہبرِ عظیم تھے میرِ اسلام

حسن بھگتی ٹھے یہ کوششیں بہیم رہی  
بات تیری سب سے بلائیں کے مستحکم رہی  
توڑ ڈالے تو نے سائے سامراجیت کے دام

ایشیا کے رہبرِ عظیم تھے میرِ اسلام

زیرِ دشمن کو کیا ہے عظمت کو دار سے  
تو نے جیتی ہے لڑائی صلح کے ستار سے  
نیک صورت نیک سیرت نیک طینت نیکلام

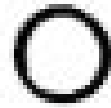
ایشیا کے رہبرِ عظیم تھے میرِ اسلام

مے وطن آزاد زنجیرِ غلامی کٹ گئی  
مہرِ آزادی ہے روشن ظلمتِ غم چھٹ گئی  
یہ ہے اے باپوترے ایتار کا سب فیض عام

ایشیا کے رہبرِ عظیم تھے میرِ اسلام

(مطبوعہ، اندھا پوڈیش میدوا آباد)

# جواہر لال نہرو



روح امن و امن سارے عالم کی جاں  
نکمتوں کا امین، حاصلِ گلستاں  
رہبرِ کارواں، فخرِ مندوستان  
موت کی سرد آغوش میں سو گیا  
دیش کا قیمتی لال تھا کھو گیا  
آج صبح بنارس کی آنکھیں ہیں نیم  
اور شامِ اودھ بن گئی شامِ غم  
زلفِ بنگال میں بھی نہیں کوئی خم  
شادمانی کا احساس ہی سر ہے  
چہرہ ارضِ کشمیر بھی زرد ہے

سرخوں میں ایلوراکے نقشیں ہیں  
تراجنتا کی بے دامن و آستیں  
قلعہ سرخ ہے مضمحل اور حسریں  
تاج کو غم ہے اک صاحب فن گیا  
رنگ و بوئے چمن برودہ ٹھنسن گیا

ہیں بسا کر اور گھبراتے آسرا  
تو پریشاں ہمارے شہر اور آندھرا  
روئے پنجاب دیکر لے بے اٹرا ہوا  
ہے اڑتے یہ طاری سکوتِ الم  
اور مدر اس داسام ہیں وقفِ غم

پیکرِ عزم و ہمت جدا ہو گیا  
نازشِ ادبیت جدا ہو گیا  
ترجمانِ محبت جدا ہو گیا  
سرفِ چھائی ہے اس کی تیرگی  
شعبِ ایوان ہندوستان بکھ گئی

ناخدا کے وطن روٹھ کر چل دیا  
رونقِ انجمن روٹھ کر چل دیا  
وہ بسا چمن روٹھ کر چل دیا  
پر جسمِ علم و انسانیت جھک گئے  
راہ میں امن کے قلعے رک گئے

(مطبوعہ: بولے گل، مرتبہ: نظر برفِ دہلی)

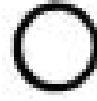


# محمد علی جوہر

تو اپنے قول کو عمل سے جاوداں بنا گیا  
 دیارِ غیر میں بھی آفتاب بن کے چھا گیا  
 نکلنے والے قافلے کو روشنی دکھایا  
 جمالِ حریت کو اپنے خون سے نکھار کے  
 وہ راستے بنائے بارِ زندگی آثار کے  
 جہن تک آئے جن سے ہو کے قافلے بھڑکے  
 غلام ہے وطن یہی ملال عمر بھر رہا  
 وطن سے نکلیں غیر یہ سوال عمر بھر رہا  
 ہوسرلسند قوم خیمہ ال عمر بھر رہا  
 ترے یقین کا نور دل میں عزم بن کے ڈھلایا  
 تری نوائے حق سے زنگِ سبکدہ بدل گیا  
 بھجا ہوا تھا جو چراغ وہ چراغِ جلیا گیا  
 کمالِ علم و فن کا ترے کارِ بڑے نام ہے  
 خلافتِ امن و آشتی کا اک حسین پیام ہے  
 خدا کا دوست اور مصطفیٰ کا تو غلام ہے  
 ترا نشانِ پاؤں بھر کے سنگِ میل بن گیا  
 ترے عمل نے روشنی کا دائرہ بڑھا دیا  
 لہے تیری موت سے حیات کو بھی حاصل  
 بھجا ہوا تھا جو چراغ وہ چراغِ جلیا گیا

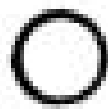
محمد علی جوہر  
 کلکتہ

# بابانانک



دل میں بابانانک کا جب خیال آتا ہے  
روح دھڑکتی ہے ذہن جگمگاتا ہے  
ایک نور کی کرنیں سب ہیں، قول سے اس کا  
اس کی باتیں سبھی ہیں، نوح سے وہ ملتا ہے  
اس سے غم کی تاریکی خود بخاتی ہے دامن  
جو گرتھ صاحب کی روشنی میں آتا ہے  
راہ حق اگر چاہے اوٹ میں گرو کی ..... آ  
نقش پائے مروانہ راستہ دکھاتا ہے  
قول دے زمانے کو تیرا تیرا کہہ لکھ  
ریت رایت کہہ کیوں مشکلیں بڑھاتا ہے  
کام کر کے رکھ سکا، نام بھی جو پاس کا  
آفتاب ننکانہ روشنی دکھاتا ہے  
جو خلوص سے آئے مارگاہ تانک میں  
وہ جہاں میں جینے کا راز جان جاتا ہے  
جو لگائے تو اپنی اے حیات ست گور سے  
اس کی زندگی میں خود نور پھیل جاتا ہے

# دلشہ وِلدنا



واہیں سسٹیم، کاپا شوٹم اور روپ سڈم ہے تیرا  
آدھوں کا شوگ ہے توجے ہو تیری بھارت، آ  
وہ بران کے دین میں جیسے تیرا اُجول مکھڑا  
تجھ سے اپنا پر سودھرا کا جاگ کو سندیش ملا  
تیاگ اور کر تو یہ ہے سب کچھ گنیانے اپیش دیا

جاگی ماہوتا انگنائی تلمسی نے وہ جوتی جگائی  
 پرست سرس دھرم نہیں بھائی پر پڑا تم نہیں ادھائی  
 نام چوت ماکنس سے پھینلا سارے جگت میں اجھارا  
 کزت کروادہ بندھ چھکو بھرنام جو سب اپنے ہیں  
 اول اللہ نور آیا قدرت دے سب بندہ ہیں  
 ایک ندرے کل جگ ایچھا گور و نامک لے فرایا  
 حاجی وارث اور نظام الدین کا تو سے آئینہ  
 تو سے شریعت اور طہقیت کے بھولوں کا گلدستہ  
 خواجہ حسین الدین نے آکر ساغر وحدت کا چھلکایا  
 جن گنہگاروں اور عنائمک تجھ پر شر و عاشرت لگتے ہیں  
 ماز بھومی کتو ہم سب کی ہم تیرے گلن گاتے ہیں  
 تیری متاکے انگن میں جیوں کا ایہ سار ملا  
 ملک محمد، سوز، کبیر اور حسنین کی تو بھیلواری  
 خسرو، غالت، سیر و موئن کے فن کی ہے گل کاری  
 تیری کھٹیں مسکانوں کو بھاشاؤں کا روپ ملا  
 ایسی راہ دکھا بھیر ہم کو بھیر بھیر طر اپر یوارے لے  
 لین ہوں ساگر میں سب ندیاں گل سے گل کی دھارے لے  
 پھر من کے سونے اپون کو پیار کے بھولوں سے ہکا

وارث سستم، کایا شوم، اور روپ سندرم ہے تیرا  
 آدرشوں کا سورگ ہے توجے ہو تیری بھارت آما

## پنچو سنو کسانا پتی

ہوم ورک جب ختم ہوا تو کہنے لگیں غزالہ  
 کوئی کمانی ہمیں سناؤ میری اچھی خالہ  
 گڈو اور حمیرا نے بھی گھیب لیا خالہ کو  
 کہنے لگیں شکستہ روتی، اور صبحی بیٹھو  
 خالہ بولیں سنو شابت تم بھی سچا قصہ  
 تھا گیلان کا رہنے والا اک چھوٹا سا بچہ  
 تھا وہ ایسا دور کہ مشکل کام تھا پڑھنا لکھنا  
 علم سیکھنے کی خاطر کوسوں جانا پڑا تھا  
 رخصت ہو کر اپنی ماں سے علم کا وہ پروانہ  
 ایک قافلہ میں مشاغل ہو کر وہ ہواروانہ  
 اپنی قافلہ کو رستے میں راہزوں نے گھیرا  
 اس بچے کے پاس بھی آیا اک خونخوار لٹیرا  
 کیا ہے تمہارے پاس ہیں سچ سچ فزائلاؤ  
 بولا ڈاکو روپیہ دے کر اپنی جان بچاؤ  
 اعتماد سے بچہ بولا میں جا لیس دینار  
 تم جاو تو نہیں ہے تھکودینے میں انکار  
 ہونے گردینار تو کیسے ہم کو یہ بتلانا  
 پنچے کی اس بات کو وہ بچپن کی شوخی سمجھا

لوٹ مار جب ختم ہوئی تو میرے وہ ڈاکو کھیا  
 وہ ڈاکو سردار سے بولا، ہے انہیں اک بچہ  
 میں نے پوچھا کیا ہے تمہارے پاس یہ سچ بولو  
 اس نے کہا دنیا میں میرے پاس جو چاہو لے لو  
 حکم دیا سردار نے جلدی اس بچے کو لاؤ  
 اس کی بات کہاں تک سچ ہے صورت تو دکھلاؤ  
 دیکھ کے اس بچے کو بولا وہ رہن سر دار  
 کیا ہے تمہارے پاس کرو تم اب اس کا اظہار  
 بچہ بولا سچے سچے میں سدری میں دینار  
 پہلے بھی اظہار کیا تھا اب بھی ہے اقرار  
 ڈاکو بولا اے بچے تم ہو کتنے معصوم  
 اگر نہ خود بتلاتے ہم کو کیوں ہوتا معلوم  
 تم نے اپنی سادہ لوحی سے خود روپیہ کھویا  
 اپنے لئے اپنے ہاتھوں سے تم نے کاٹا بویا  
 بچہ بولا، اپنی ماں سے کیا تھا میں نے وہ  
 چاہے جو کچھ ہو جائے میں جھوٹ نہیں بولونگا  
 روپیہ سب چیز ہے کاسر دار میں سچ کہتا ہوں  
 میں اپنے وعدے کی خاطر جان بھی دے سکتا ہوں  
 بچے کی باتوں سے دل بھرب لگی وہ کاری  
 ڈاکو کی آنکھوں سے ہنسیوں کا اور باجاری  
 ایک کرن سے اذھیائے کا سا راجادو ٹوٹا

لوٹنے والے کو اک سنتھے سے نیچے نے لوٹا  
 سوچا یہ سردار نے دل میں ہوں کیا انسان  
 مجھ کو اب تک یاد نہ آیا مالک کا سران  
 حرم و دیوس کے ایتھوں میں نے ساری عمر گنوائی  
 لیکن حاصل کیا ہے اس کا بدنامی رسوائی  
 حکم دیا سردار نے سب کا مال ابھی لوٹاؤ  
 میں بھی تو بہ کرتا ہوں اور تم سب بھی ازاؤ  
 بھلے راہی راہ پر آئے قلب ہوا آئینہ  
 اس نیچے کا ہاتھ تمام کر کی سردار نے توبہ  
 بیچ میں آغون ذبا بولیں اچھا ہے قسمت  
 اس قسطے کو سنو کوئی جھوٹ نہیں بولے گا  
 سچ کی کرنوں سے غم کے اندھیا سے چٹ جاتے ہیں  
 سچ رہے ہو تو مشکل رہتے بھی کٹ جاتے ہیں  
 سچائی ہر مشکل کو آسان بنا دیتی ہے  
 سچائی دیرانوں میں بھی پھول کھلا دیتی ہے  
 محنت سے تم بڑھو لکھو اور دنیا کو پہچانو  
 بچو تم بھی سچ بولوں باپ کا کھنا مانو

نام تاکر اس نیچے کا پرنی کریں کسیانی  
 اس نیچے کو کہتے ہیں عبد القادر جیلانی  
 (مطبوعہ نیا دہلی دکنو)

# منشی نول کشور

کل مری نظروں سے گزری ایک بوسیدہ کتاب  
اس کی پیشانی پر تھیں بیتے دنوں کی سلوٹیں  
گر ذراہ وصال سے تھا اس کا سپر اہن اٹا  
حاشیے تھے اس کے اک مفلس کے دامن کی طرح  
دھندلے دھندلے ہو گئے تھے اس کے نقش و نگار  
سنگ ناقدی سے زخمی تھی وہ عاشق کی طرح  
میں نے جب کھولے ورق تو سسکیاں لینے لگی  
پارکے اپنے امی کے حسین لمحات کو  
اس کو جب اپنائیت کے لمس کی لذت ملی  
جان کر ہمدرد اپنا شک برسائے نگہ  
میں نے پوچھا کس کی فرقت میں بنایا ہے مجال  
بولی میں اردو زبان ہوں پیار کا گہوارہ ہوں  
سکن اول ہے میرا گو لکنتہ کی زمیں  
خانقاہوں اور محلوں میں ہوئی ہے پرورش  
اہل دہلی کو کیا مری اداؤں نے اسپر  
مختلف قوموں کے لب پر پھول بن کر میں کھلی



حالات کا بہاؤ مجھے لے آیا لکھنؤ  
 بدلا گیا یہاں مرا انداز گفتگو  
 پائے جو ہم مزاج تو جو ہر مرے کھلا  
 برسوں میں طے ہوئے مرے صدیوں کے فاصلے  
 ہر ایک لفظ لہجے کے دامن میں چھین گیا  
 ہر ایک لکھنؤ مری نکال بن گیا  
 شاید اودھ نے بخشی مجھے ایسی دل کشی  
 بزمِ لسانیات کی میں حسراں بنی

بھگوانی دیا سے اک شخصیت ملی  
 جس نے مرے ادب کو حیاتِ دوام دی  
 اس شخصیت میں میرا کمال رچاؤ تھا  
 علم و ادب سے اس کو حقیقی لگاؤ تھا  
 بالغ مشاہدوں کی عیلاست مراد جو  
 اس شخصیت کا ذوقِ طباعت مراد جو  
 انسانیتِ خلوص و شرافت کا آئینہ  
 تصایر کا طہرہ و بجا محبت کا آئینہ  
 کوئی ہوں جس پر ام و عقیدت سے میں سلام  
 نقشِ نولے کشور ہے اس شخصیت کا نام

(مطبوعہ: نیا دوز نولے کشور نہیں لکھنؤ۔)

# آہنگ نو

ساتھیو، دوستو اپنے وچاروں کی دھارا کو موڑ دو

دکھ کا اندھیارا چھٹ جائے سکھ کا اُجیارا جاگے  
ناج اٹھیں شہروں کی سڑکیں گاؤں کا گلیاں جاگے  
اپنی محنت اور ہمت سے طوفان کا رنج موڑ دو

آشاؤں کی کلیاں نکلیں، ارمانوں کے بھول کھلیں  
الگ الگ راہوں کے راسی آکے اک منزل پر ملیں  
پریم کے بندھن ٹوٹ گئے ہیں ان کو بھر سے جوڑ دو

انوتا کے سندر کمہ پر جس سے داغ نظر آئیں  
جس میں عداوت کی چھایا ہو اور نفرت کی رکھاٹیں  
جو انسان کا روپ بگاڑے اس ورین کو توڑ دو

سگ بنے یہ اپنی دھرتی جیوں سپنے نکائیں  
جو پائے ہیں اک مدت سے سکھ کی مدد پر اٹھ لکائیں  
نوبت کا سورج نکلا ہے اندھکار کو چھوڑ دو  
(مطبوعہ نیا دودھ کھنڈ، فنلو ویکلی کلکتہ)

# ○ جیون گیت

گیت پیار کے گاتا چل ساس تھی قدم بڑھانا چل

اندھیارے اُجیارے دکھ سکھ کا سنگم ہے یہ جیون  
پت جھڑ اور بہار پھول اور شول سے نتا ہے اُون  
دھوپ چھاواں سے کیا کترانا دونوں کو اپنا چسل  
گیت پیار کے گاتا چل ساس تھی قدم بڑھانا چسل  
دھرتی دھرم حیات اور جاشا مانو بنا نہیں کچھ بھی  
اس سنسار کی ہر سندتا مانو بنا نہیں کچھ بھی  
یہ سندشیں سناتا چل، مانو بسا گاتا چل  
گیت پیار کے گاتا چل ساس تھی قدم بڑھانا چسل

جیون کی راہوں میں ستوا غم کے موڑ بھی آتے ہیں  
 دھوپ اسٹھڑھڑکی تپتی ہے تو ساون بد اعلیٰ ہے  
 روتے کے اکیلا ہو گا ساتھ لے جگ سکا آجیل  
 گیت پیار کے گا آجیل ساتھی قدم بڑھاتا چل  
 دھیان یون جب لہرائے گی گیان من کھل جائیگی  
 ناپ تو ساگر کی گہرائی موتی بھی مل جائیں گے  
 من درپن چھکا آجیل جیون جوتی جگا آجیل  
 گیت پیار کے گا آجیل، ساتھی قدم بڑھاتا چل  
 رات نراشا کی جب آئے اس کے وہ جلا ساتھی  
 نفرت کے طوفان اٹھیں تو پیار کے نغمے گانے ساتھی  
 چل سب کو اپنا بنا چل، راہیں نئی بناتا چل  
 گیت پیار کے گا آجیل ساتھی قدم بڑھاتا چل

(مطبوعہ، منلو ویکار، کلکتہ)

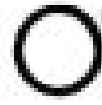
# تذرانہ عقیدت

(بعض مہتمم سیدنا حاجی حافظ وارث علی شاہ دیوبند شریف)



عشق کی ضیا وارث "حسن کی اداوارث"  
 عاشق خداوارث "جان مصطفیٰ وارث"  
 سیرت صحابہؓ کی روشنی سے تابندہ  
 اہل بیت کا پر تو شاہ اولیاء وارث  
 جن کا مرکز رحمت سرزین طیب ہے  
 بخشش و غنایت کا ہیں وہ سلسلہ وارث  
 دین و دنیا دونوں کی نعمتوں کا گوارہ  
 مخزنِ کرم وارث "مرکز عطا وارث"  
 صبر و شکر کا پیکر علم و فضل کا جوہر  
 تقویٰ و طہارت کی دل نشیں اداوارث

رگہزار دنیا سے سنزل قیامت تک  
 اے حیات لب پر ہو بس صدائے یادوارث



مانا اثرِ گردشِ ایام بہت ہے  
مینخانہ سلامت ہے تو آرام بہت ہے  
کیوں ہو گئیں بے گانہ مرے دل سے وہ نظریں  
آجائے کبھی میں تو یہ پیغام بہت ہے  
تفریق گل و خار سے اُجھاؤ نہ دامن  
اے اہلِ حین تم کو ابھی کام بہت ہے  
تقدیر میں میری شبِ مینخانہ کہاں ہے  
ہنگامِ سحرِ درِ تہ جام بہت ہے  
خود بندش و لکش ہے مری حسن پرستی  
صیاد یہ بھولوں کا حسین جام بہت ہے  
خود داریوں پہ نشہ لسی حرف نہ اے  
بے انگے جو ل جائے وہ اک جام بہت ہے  
امید سحرِ بیچ ہے یہ جھوٹی تسلی  
جامِ بے نئے تیرگی شام بہت ہے  
اس نے بھی تو دیوانہ مجھے کدھ کے پکارا  
اے بیخودی شوق یہ انعام بہت ہے

اس دورِ کشاکش میں حیاتِ آبِ سبھ لیں  
اک لمحے کا ملنا ہے آرام بہت ہے

(مطربوعہ استقلال رنگین پورہ)



چشمِ ساقی سے جو بدوش نظر آتا ہے  
 غمِ دوراں سے سبکدوش نظر آتا ہے

کتنے لوگ اٹھ گئے اس بزمِ یے لکن اب بھی  
 وہی ہنگامہ وہی جوش نظر آتا ہے

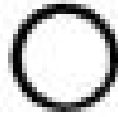
غفلتِ دل مجھے اب لانی جو اس منزل پر  
 ہر نفسِ خوابِ فراموش نظر آتا ہے

کس نے پھیڑا ترے جلووں کا فناء دست  
 ذرہ ذرہ ہمہ تن گوش نظر آتا ہے

ناخدا ساتھ ہے اس پر بھی سفینہِ دل کا  
 نذرِ طوفانِ الم گوش نظر آتا ہے

اشراقِ شریہ اعجازِ جمالِ رنجِ دوست  
 کہیں ظاہر کہیں روپوش نظر آتا ہے

آج میخانے میں ساقی جو نہیں ملے حیات  
 ہر سبوحِ شریہ آغوش نظر آتا ہے



جب تک اپنی ہستی سے آشنا رہے ہیں ہم  
زیست کی حقیقت کا آئینہ رہے ہیں ہم  
اس کو بے خیالوں میں ابک بار دیکھا تھا  
آج تک یہ عالم ہے لڑکھڑاہے ہیں ہم  
صبح و شام یکجا ہیں کیا تضاد فطرت ہے  
آزادانے والے کو آزاد رہے ہیں ہم  
دل میں جانی بھجانی آہٹیں بھکتی ہیں  
آج اُن کو بھی شاید یاد آ رہے ہیں ہم  
گرد سے بچو یا رو، دور ہی رہو یا رو  
مصلحت کی دیواریں اب گرا رہے ہیں ہم  
نا سمجھ کے ہاتھوں میں دے دل کا آئینہ  
اپنی سادہ لوحی پر سکرا رہے ہیں ہم  
اے حیات جل جائے دامن خود کی جس سے  
اس جو آغیراں کو خود بھجا رہے ہیں ہم





وہ غزورِ برق وہ شہانگاہی کے مزے  
یاد ہیں اب تک شہین کی تباہی کے مزے

زقتِ محبوب میں جن کی گذرتی ہوں شبہیں  
پوچھے کچھ ان سے آہِ صبحگاہی کے مزے

صاحبِ شکر و قناعت بندہ صبرِ پھرنا  
نقر میں بھی لوٹتے ہیں بادشاہی کے مزے

دیکھنے ان کو چلے تھے اور وہ بھی بے نقاب  
پاگئے اے حضرتِ دل کم نگاہی کے مزے

زندگی بھر کے لئے غم کی امانت بخش دی  
بھڑے پوچھو حسن کی برہم نگاہی کے مزے

خاکِ ساحل پر اٹے کی ایک دن اے ناخدا  
دیکھنا میرے سینے کی تباہی کے مزے

اے حیاتِ اب قاتل و مقول دونوں آئے ہیں  
آئیں گے اب پیشِ داورد اور خواہی کے مزے

(مصلحتاً) - صہبام نو - کراچی - حلالِ نین (۱)



نہ سبک سبک پون میں نہ گلوں کی انجمن میں  
جو سکون مل رہا ہے تری یاد کی چسبھن میں

جسے تیرے سامنے بھی میں نہ لاسکا زباں تک  
وہ فنا نہ محبت کہوں کیسے انجمن میں

یہ بہشت ہے تو اب بھی فقط آب کی کمی ہے  
کسی روز آئیے تو مرے دل کی انجمن میں

غنیمت بزرگی کے مارے کہیں جی نہ پار دینا  
کھٹی اور راستے ہیں ترے عزم کی کرن میں

کھٹی بھیس میں نے بدلے کئی دس ویکھ ڈالے  
مرے دل کو سکھ ملا ہے گراپنے ہی وطن میں

شب غم کی تیرگی کا مجھے کوئی غم نہیں ہے  
ترسی یاد جب بھی آئی دینے جل اٹھے ہیں من میں

(مصطفیٰ علی اور شیخ کلکتہ)

یہ اُدس اُدس جسے کیرے خزاں کا دور دورہ  
لوں سکوں کی سانس کیسے میں جیا اس گھٹن میں

○  
آفتابِ حسن کی صنو بامِ دور تک آگئی  
باتِ آخرِ عشق کے ذوقِ نظر تک آگئی

غیرتِ پروازِ آخرِ اب ہے تیرا کیا خیال  
اب تو گلشن میں بہاروں کی خبر تک آگئی

کچھ بھد تھا عشق، کچھ برہم تھا جلووں کا مزاج  
بڑھتے بڑھتے گفتگو برفِ دُشتر تک آگئی

وہ تو یہ کیسے کر روزِ حشر خستہ ہوئی  
بحثِ عصیاں ان کی شانِ درگزر تک آگئی

کعبہ و بتخانہ دونوں دور سے دیکھ لے کے  
ایک دنیا کھینچ کے ان کے سنگِ در تک آگئی

انٹراشٹریٹنگا، عشق کا حسنِ کیشش  
موشنی خود بڑھکے اربابِ نظر تک آگئی

اے حیاتِ اب اس سے ٹھکے انقلاب آج کا کیا  
پاؤں کی روندی ہوئی خاکِ ٹھکے ستر تک آگئی

(مطبوعہ، جہالتان دہلی)

تنویرِ تسہل ہے زنیائے سحری ہے  
کو زمین چمکے ہیں جمالِ بشری سے

محرورم تھا دل لذتِ دردِ حبسگری سے  
کچھ دن بو نہی گزرے ہیں مریٰ بسخری سے

جب دیکھنے والے نذر میں موشس میں اپنے  
کیا فائدہ اے حسن تری جلوہ گری سے

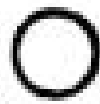
یہ عشق کی منزل سے تیرے وارِ مناسر  
بہتر ہے گزر جائے اگر بے خبری سے

کچھ اور نکھر آیا ہے حسنِ مہ واکسم  
جھوٹا ہے کرن جب مرے باغِ جگر کی سے

یہ شوخی دستا نذر وہی کس سے ملے ہے  
پوچھے یہ کوئی راز نسیمِ سحری سے

زاد کو حیات اپنے عمل پر سے بڑا ناز  
واقف نہیں شاید مرے دامن کی تری سے

(صاحبِ شعر: حضرت اشیا ناز جھپوہ - استقلال رنگون بوماس)



آپ بسر و رخشاں کی خبر ہونے تک  
سب یہ ہنگامہ شبنم ہے سحر ہونے تک

اشک شبنم کے ہیں سورج کی نظر ہونے تک  
غنچہ و گل کا تبسم ہے سحر ہونے تک

حال دل پوچھنے والو! مے آنسو ہیں گواہ  
مجھ پہ گزری ہے جو کچھ ان کی نظر ہونے تک

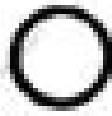
آپ کے سامنے کندوں نہ جہل کو لبیک  
کیوں جیوں غیر کا میں دست نگر ہونے تک

دل دیا، دردِ محبت بھی دیا، غم بھی دیا  
اکٹھا اس نے نہ کی مجھ پہ بشر ہونے تک

اے گرفتارِ نفس، روحِ حین، جانِ ہمار  
میر کو صبرِ ہماروں کی سحر ہونے تک

آپ اس بزم میں جاتے توہیں مانا کہ حیات  
ہوش رہ جائیں اگر جلوہ نگر ہونے تک

# نغمہ وطن



اے مرے پیارے وطن پیارے وطن پیارے وطن  
تیرا سرحد کبھی آہنچ نہ آنے دیں گے  
اے مرے دلش تر امان نہ جانے دیں گے  
تیرے دامن کو کبھی چھو نہیں سکتا دشمن  
اے مرے پیارے وطن  
کوشش اور ناک و گوتہم کی یہ پھلواری ہے  
وارث و حشمتی کا دریائے کرم جاری ہے  
تو ہے نفرت کے اندھیروں میں محبت کی کرن  
اے مرے پیارے وطن

چند رشکوں میں بھگت سنگھ ہیں بسلی سے جری  
 تیرے بیٹوں میں ہیں شفاق ہزاروں اب بھی  
 تیرے بیٹوں کے لئے کھیل ہے یہ دارورسن  
 اے مرے پیارے وطن

تیرے دشمن تراہک پھول نہیں لے سکتے  
 پھول تو پھول ہیں وہ شول نہیں لے سکتے  
 اب بھی آبار ہے دیروں سے تراہی آنگن  
 اے مرے پیارے وطن

گرو دوارے، یہ کلتیا، یہ تیرے دیروں میں  
 کہ ہے، میں تیرے دشمن سے یہاں ایک ہیں ہم  
 ایک اور اہنسا کے انوکھے درپن

اے مرے پیارے وطن  
 ہاتھ گلچیں جو بڑھائے گا وہ کٹ جائے گا  
 ہانٹے تجھ کو جو آئے گا وہ بٹ جائے گا  
 دینا اور محبت کا تو ہی ہے مسکن

اے مرے پیارے وطن  
 علم و فن، جرات و اشار کا گوارا ہے  
 دوستوں کے لئے تو سیار کا گوارا ہے  
 تیرے بازو میں مخالف کے دارورسن

اے مرے پیارے وطن اے مرے پیارے وطن  
 (ال انڈیا دیدیو ٹکٹو کے شکنجے کے ساتھ)

# اُردو



جنگِ آزادی کی سیرکارواں اُردو زبان  
 ہے اپنا اور محبت کی زبان اُردو زبان  
 اچھا ہے جسم تو ہے اس کی جان اُردو زبان  
 افتخار و نازشیں ہندوستان اُردو زبان  
 اتحادِ باہمی کی یہ حسین تصویر ہے  
 دوستو اُردو نہیں ہے جنتِ کشمیر ہے  
 اس کو تہذیب و تمدن کا نشان کہہ لیجئے  
 آسے عشق و محبت کی زبان کہہ لیجئے  
 علم و فن کا مسکرا آنگھستاں کہہ لیجئے  
 سیر اور غالب کا اندازِ بیاں کہہ لیجئے  
 نغمہٴ احساس ہے یہ بولتا اجاڑ ہے  
 سب زبانیں پھول ہیں ہر پھول کی خوشبو ہے یہ



اس سے دلی اور دکن دونوں نے پائی آگئی  
 اس کے جلووں سے ملی شام اور کوروشنی  
 اس نے دی صبح بنارس کو نئی تانبہ گی  
 اس نے کی بنگال کی زلفوں میں بھی شانہ کشی  
 ہند میں اس نے کھلائے ہیں فصاحت گلاب  
 اس کے پیانے سے مھلکی ہے تمدن کی شراب  
 اس کی چابوت سے عظیم آباد و نام غنیم  
 اس کے دیوانے میں حکیت و دیانت شکر قسم  
 اس میں ہیں جنبات تو بھی اور خیالات قدیم  
 اس کی محفل سے ملی شانہ شکر ذوق سلیم  
 اس کا نامی تو حسین ہے حال کے مالک ہو تم  
 دوستو اب و رشتہ اقبال کے مالک ہو تم  
 اس میں ہے انجیل بھی گیتا بھی اور ستران بھی  
 اس کے دامن میں گرنا تک کا ہے فیضان بھی  
 قصہ رخلد و لب بھی زلیت کے ارمان بھی  
 اس میں آفتاب اب بھی ترجموں کی شان بھی  
 ایک ہوں اہل وطن اردو کا یہ پیغام ہے  
 اتحاد باہمی اردو زبان کا نام ہے

(اردو کا ڈھمی اتر پردیش کے اقتدا صحابے سے پڑھی گئی)

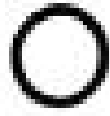
# بکھری کزیرے



ارماں کے غم، فراق کے غم، زندگی کے غم  
بن کر شراب کب سے سا غم میں ڈھل گئے

دلوں میں عزمِ شفق رنگ اب ضروری ہے  
بدل دو منکر کا آپسنگ اب ضروری ہے  
حدوں سے بڑھنے لگے غزویہ تیرہ کسبھی  
نئی سحر کے لئے جنگ اب ضروری ہے

یہی جلیبیاں بنیں کی تری راہ کا اُجالا  
تو گزر تو اپنی حد سے ذرا حسرت نشین

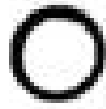


مرعی جو جس کی زلفِ مساکل سنوارے  
ہم زندگی کو ایسے خانہ بتائے ہیں

چہرہ از کر تشنگی کا مجھے جہاں یاد آیا  
مرانا مہم جس نے پوچھا ترانا نام یاد آیا  
کبھی شوخی صبا سے جو گل کی نیند ٹوٹی  
وہ لطیف جنبش لب وہ سلام یاد آیا

جب گیسو کے فراق نہ سلھے تم اکرات  
و اما ان انتظار پتا ہے بکھر گئے

اک دھوپ جھاؤں یہی تری ہی گلی کی ہے  
پہچانتا ہوں گزشتہ شام و سحر کو میں



اسیر کرتا ہے جو خود کی کندے اہ و ملکشاں کو  
مگر وہی آدمی زمین پر غم و الم سے نڈھال کیوں ہے

مانا اثرِ گردشِ ایام بہت ہے  
سے نجانہ سلامت ہے تو آرام بہت ہے  
تفریقِ گل و خسار سے اُکھاؤ نہ دامن  
اسے اہل حین تم کو ابھی کام بہت ہے

دل دیا، دردِ محبت بھی دیا، غم بھی دیا  
اکتفا اس نے نہ کی مجھ پر بشر مہر نے تک

آئینہ دل کا حیاتِ آبِ بچا کر گذریں  
دور تک گروے کوئی ہوئی دیواروں کی